© rasailojaraid.com

حقیقتِ غم

نگہت حسین ○

دکھ، رنج والم اور آلام ومصائب انسانی زندگی کا حصّہ ہیں۔ ہر انسان کو اپنی زندگی میں کبھی نہ کبھی ایسے لمحات سے ضرور گزرنا پڑتا ہے جب وہ اپنے آپ کو انتہائی تنہا، دل شکستہ، مایوس، تھکا ہوا اور کمزور محسوس کرتا ہے۔ افسردگی و مایوسی کے یہ جذبات ماضی کے کسی غم کا نتیجہ بھی ہو سکتے ہیں اور مستقبل کے خوف کا بھی۔ حال سے وابستہ فکریں اور پریشانیاں بھی اس کا سبب ہوسکتی ہیں۔ اسی وقتی افسردگی کو غمگین ہونا کہتے ہیں اور اگر یہی کیفیت زیادہ عرصے تک یا مستقل طور پر طاری ہوجائے تو ڈیپریشن کا مرض بن جاتا ہے جس کی وجہ سے انسان کسی کام کا نہیں رہتا۔ درحقیقت ہر انسان کی آلام و مصائب کو سہنے کی استعداد مختلف ہوتی ہے لیکن کوئی بھی فرد طویل عرصے تک غم نہیں سہہ سکتا ہے۔ لہٰذا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے کہ اس نے خوشی اور غم دونوں کی کیفیات کو عارضی بنایا ہے۔ لیکن انسان کی فطری خواہش یہ ہے کہ وہ ایک ایسی زندگی گزارے جہاں اس کو کسی بھی قسم کا کوئی خوف وغم لاحق نہ ہو۔ جنت کی زندگی کی ایک خاص بات یہی ہوگی کہ وہاں اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کے لیے وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (البقرہ ۲:۶۲) کی تصویر پیش کرتا ہے۔ لیکن اس دنیا کے حوالے سے قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ (البلد ۹۰:۴)، کہ انسان کو پیدا ہی مشقت میں کیا گیا ہے۔ اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آدم کا بیٹا اس حالت میں پیدا کیا گیا ہے کہ

○ معلمہ، عثمان پبلک اسکول، شمالی ناظم آباد، کراچی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کے پہلو میں ۹۹ مصیبتیں ہیں"۔(ترمذی)

غم انسانی زندگی کا ایک اہم جز ہے۔ یہ ایک ایسی قوت محرکہ ہے جو انسان کو ہمہ وقت اس کام کے لیے فکرمند کر دیتی ہے جس کی فکر اسے ہلکان کیے دیتی ہے۔ انسانی زندگی میں خوشی سے زیادہ غم کے اثرات ہوتے ہیں۔ لوگوں کی زندگیوں کا بدل جانا اور ان کا رخ تبدیل ہو جانا بھی اکثر اوقات کسی نہ کسی غم اور صدمے کے سبب سے ہوتا ہے۔ عام طور پر غم افراد کو مایوس کرنے کا سبب بنتا ہے لیکن ایک بندۂ مومن اپنی زندگی کے غموں کو بھی اللہ کی خوش نودی کا ذریعہ بناتا ہے اور جنت کا حق دار ٹھیرتا ہے اور یہ جبھی ممکن ہے جب ہمیں یہ علم ہو کہ وہ کون سے غم ہیں جو نجات کا ذریعہ ہیں اور اللہ کی نگاہ میں پسندیدہ ہیں، اور کون سے غم انسان کو جہنّم کے قریب کرنے اور ذلت و پستی میں گرانے کا سبب بن سکتے ہیں۔

- **دنیاوی چیزوں کا غم**: زیادہ تر افراد دنیاوی چیزوں کے چھن جانے، نہ ملنے اور کم ہو جانے کی صورت میں فکر و غم میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اسی غم میں اولاد، مال، اثاثے، تجارت، دنیا کی زیب و زینت بھی شامل ہے۔ دراصل یہ غم انسان کے خسارے کا سبب ہے اور اس کی وجہ اس دنیاوی زندگی کو حقیقی اور اصل متاع خیال کرنا ہے، جب کہ قرآن اس دنیاوی زندگی کی حقیقت کو ایک آزمایش بتاتا ہے اور دنیا کو دارالامتحان قرار دیتا ہے: "خوب جان لو کہ یہ دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل کود اور دل لگی اور ظاہری ٹیپ ٹاپ اور تمھارا آپس میں ایک دوسرے پر فخر جتانا اور مال و اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا"۔ (الحدید ۵۷:۲۰)

اپنی زندگیوں کا جائزہ لیا جائے تو نہ جانے کتنے ہی ایسے غم ہیں جو صرف ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے اور فخر جتانے کی بنا پر لاحق ہیں۔

ہمارے غموں کی فہرست ایسے ہی ادنیٰ غموں پر مشتمل ہوتی ہے اور یہ فکریں ہم پر اتنی طاری ہو جاتی ہیں کہ شخصیت میں غیبت، ٹوہ، تجسس، حسد، جلن جیسے اخلاقِ رذیلہ پیدا کر دیتی ہے، جب کہ دنیا کی زندگی وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ کے مصداق ہے۔ اس لیے کہ ان چیزوں میں مقابلے اور مسابقت کا انجام سوائے خسارے کے کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان چیزوں پر دل شکستہ ہو کر مایوس ہونے یا مل جانے پر اترانے کا رویہ سخت ناپسندیدہ ہے۔ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نظروں سے گر جاتے ہیں۔

قرآن کے مطابق دنیا کی مصیبتوں کی حقیقت کیا ہے؟ یہی کہ ''اگر اللہ تجھے کسی مصیبت میں ڈالے تو خود اس کے سوا کوئی نہیں جو اس مصیبت کو ٹال دے، اور اگر وہ تیرے حق میں کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو پھیرنے والا بھی کوئی نہیں ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے، اپنے فضل سے نوازتا ہے اور وہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے''۔ (یونس ۱۰:۱۰۷)

ان آیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جو ہمیں نقصان سے نجات دلا سکے اور جو بھی مصیبت یا نقصان ہمیں پہنچتا ہے وہ مِن جانب اللہ ہوتا ہے۔ اس پر غم کرنا، حد سے زیادہ آنسو بہانا اور فکر میں مبتلا ہونا دراصل توکل علی اللہ کی کمی کو ظاہر کرتا ہے۔ ہمارے یہ چھوٹے چھوٹے لاحاصل غم ہماری زندگی کے ادنیٰ ترین مقاصد کی عکاسی کرتے ہیں۔ جو انسان مادی چیزوں کے حصول کو اپنا مقصد قرار دیتا ہے اس کی زندگی مال و دولت، عہدے، نمود و نمایش اور تفاخر کے حصول کے پیچھے اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ کی عملی تصویر بن جاتی ہے لیکن ان سب کے باوجود نفس مطمئن نہیں ہوتا۔ خوشی کی ہر کیفیت میں ان چیزوں کے کم ہو جانے اور چھن جانے کا غم غالب آجاتا ہے اور زندگی عدمِ اطمینان اور بے یقینی کا شکار رہتی ہے۔

● **وسائل رزق کے محدود ہونے کا غم**: غمِ روزگار ایک ایسا غم ہے جو ہر انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ اکثر افراد اپنی صبح و شام اسی غم کی نذر کرتے ہیں۔ رزق کی تنگی اور محدود وسائل کا ہر وقت شکوہ شکایت کرنا یا صرف اور صرف معاش کی جدوجہد میں جُتے رہنا زندگی کا مقصد بن جاتا ہے، حالانکہ ایک مومن کو اس بات کا کامل یقین ہونا چاہیے کہ رزق کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور مخلوق کے پاس رزق دینے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ اس کی تنگی پر شکوہ کرنا اور ناجائز ذرائع اختیار کرنا مومن کی شان کے خلاف ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے: ''آسمان اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، جسے چاہتا ہے کھلا رزق دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تلا دیتا ہے، اسے ہر چیز کا علم ہے'' (الشوریٰ ۴۲:۱۲)۔ ایک اور مقام پر فرمایا: ''پھر بتاؤ، کون ہے جو تمھیں رزق دے سکتا ہے اگر رحمٰن اپنا رزق روک لے؟'' (الملک ۶۷:۲۱)

یہ تصورِ رزاقیت جتنا کامل اور پختہ ہوگا انسان اتنا ہی بے خوف، نڈر اور بہادر ہوگا۔ دنیا کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوئی خوف اور غم اسے لاحق نہیں ہوگا اور اسے حق کے راستے سے نہیں ہٹا سکے گا اور زندگی کی بھاگ دوڑ صرف اور صرف اس کے لیے وقف ہوکر نہ رہ جائے گی۔

موت اور جدائی کا غم: اپنے کسی عزیز رشتے دار کی موت پر غم کرنا جائز ہے بلکہ یہ ایک فطری غم ہے لیکن اس میں بھی سوائے بیوہ کے، کہ وہ اپنی عدت کے ایام پورے کرلے، تین دن سے زیادہ غم منانا جائز نہیں ہے۔ موت ایک اٹل حقیقت ہے: کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ (العنکبوت ۲۹: ۵۷) ''ہر متنفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے پھر تم ہماری طرف ہی پلٹا کر لائے جاؤ گے''۔

کسی قریبی فرد کی جدائی پر دل قدرتی طور پر غمگین ہوتا ہے خود رسول کریمؐ کی آنکھیں اپنے صاحبزادے کی جدائی پر آنسوؤں سے تر ہوگئی تھیں۔ اسی طرح حضرت خدیجہؓ کی عظیم رفاقت کے ختم ہونے پر، اور ہمدرد چچا ابوطالب کے انتقال پر بھی آپؐ بے حد غم زدہ ہوئے تھے۔ یہ وہ فطری غم ہیں جن میں آنسوؤں کا بہنا اختیار میں نہیں رہتا بلکہ حدیث کے مطابق یہ رحم کا جذبہ ہے جسے اللہ نے اپنے بندوں کے دل میں رکھ دیا ہے۔ رحمتِ عالمؐ کے سب سے چھوٹے بیٹے کی جان کنی کے وقت آپؐ فرما رہے تھے کہ ''آنکھیں آنسو بہاتی ہیں، دل دکھتا ہے، مگر ہم زبان سے صرف وہی کہتے ہیں جس کو ہمارا پروردگار پسند کرتا ہے، اور اے ابراہیمؑ! ہمیں تیری جدائی کا بہت غم ہے''۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے یہ منظر دیکھا تو کہا: ''اے اللہ کے رسولؐ! آپ بھی رو رہے ہیں''۔ فرمایا: ''ابن عوفؓ! یہ آنسو رحمت کی نشانی ہیں''۔ تاہم، بعض اوقات یہ غم بھی شدت اختیار کرلے تو مایوسی کی کیفیت میں منہ سے کفریہ جملے نکل جاتے ہیں اور ناشکری کا رویہ اختیار کرلیا جاتا ہے۔ جو لوگ اللہ کی رضا پر راضی رہتے ہیں اور مصیبت کے وقت بھی اپنے رب کی رضا تلاش کرتے ہیں ان کے لیے قرآن میں آتا ہے کہ:

الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ○ (البقرہ ۲: ۱۵۶) ان لوگوں پر جب کوئی مصیبت واقع ہو جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ بے شک ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

پھر یہ احساس کہ موت اور زندگی اللہ کے اختیار میں ہے دراصل ایک آزمایش ہے جو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انسان کو سکون بخشتا ہے۔ قرآن میں آتا ہے کہ ''ہر جان دار کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور ہم اچھے بُرے حالات میں ڈال کر تم سب کی آزمایش کر رہے ہیں، آخرکار تمھیں ہماری ہی طرف پلٹنا ہے''۔ (الانبیا ۲۱:۳۵)

حضرت معاذؓ جب یمن کے گورنر تھے تو ان کا لڑکا وفات پا گیا۔ رسولِ کریمؐ نے تعزیتی خط میں لکھا کہ ''اگر تم نے آخرت کے اجر و ثواب کے لیے صبر کیا، تو تمھارے لیے خدا کی رحمت، عنایت اور ہدایت ہو، پس تم صبر سے کام لو۔ اور خیال رہے کہ کہیں تمھاری بے قراری اور بے صبری تمھیں اجر سے محروم نہ کر دے اور تمھیں پچھتانا پڑے، یقین کرو کہ بے صبری اور بے قراری سے کوئی مرنے والا لوٹ کر کبھی نہیں آیا، نہ اس سے دل کا غم ہی دور ہو سکتا ہے، جو حادثہ پیش آیا ہے اسے تو آنا ہی تھا۔ والسلام''۔ غرض یہ کہ فطری غم و آلام بھی اللہ کی نظر میں اسی وقت قابلِ قبول ہیں جب انسان ایمان و یقین کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے اور اللہ کی رضا پر راضی ہو کر صبر سے کام لے۔

مومنانہ رویہ

انسان کے ہر عمل کا تعلق اس کی سوچ سے ہے، اگر سوچ کا رخ درست کر لیا جائے تو زندگی کی بہت ساری مشکلات خود بخود کم ہو جائیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمھیں کوئی تکلیف، مصیبت پیش آئے تو یہ نہ کہو کہ 'اگر میں ایسا کرتا تو یوں ہو جاتا (یا نہ ہوتا)' بلکہ یہ کہا کرو کہ اللہ نے ہر چیز کو مقدر کر لیا ہے جو اس نے چاہا وہ کر ڈالا۔ اس لیے کہ لَوْ یعنی اگر، شیطان کے عمل کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

اس حدیث میں انسان کی اس کمزوری کی طرف اشارہ ہے کہ انسان اپنی حکمت اور تدبیر پر بھروسا کرتا ہے تو اس کی مصیبتیں ایک بھاری غم میں تبدیل ہو جاتی ہیں کہ ''کاش! یہ کر لیا ہوتا'' اور ''کاش! یہ نہ کیا ہوتا''۔ اسی طرح موت کے وقت یہ کہنا کہ 'اچانک موت تھی'، 'جلدی ہسپتال پہنچ جاتے تو ایسا نہ ہوتا''، اس طرح کی باتیں کرنا گویا ہمارے دلوں کی ایسی کیفیات کی عکاسی کرتا ہے کہ ہم اللہ کے فیصلوں پر راضی نہیں ہیں اور اس کے بجائے اپنی تدبیر، حکمت اور عقل پر زیادہ اعتبار کرتے ہیں۔ لہٰذا جب مشکل درپیش ہو تو انسان بجائے صبر کے بے صبری کا مظاہرہ کرتا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔ مومن جب یہ یقین رکھتا ہے کہ ہر چیز مِن جانب اللہ ہوتی ہے تو اس کے دل کو ایک سکون اور اطمینان رہتا ہے۔

حضرت صہیب بن سنانؓ کی روایت ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا: مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اسے جو کچھ بھی پیش آئے وہ اس کے لیے سراسر خیر ہوتا ہے اور یہ دولت مومن کے سوا کسی کو نصیب نہیں۔ جب اسے کوئی نعمت ملتی ہے تو اللہ کا شکر کرتا ہے اور جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ (اللہ کے لیے) صبر کرتا ہے، اور (اس طرح) مصیبت بھی اس کے لیے سراسر خیر بن جاتی ہے۔ گویا صبر اور شکر دو ایسے خوب صورت اعمال ہیں جو انسان کو اللہ کا پسندیدہ بندہ بنا دیتے ہیں۔ مصیبت پہنچنے کی صورت میں وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ کاموں سے روکتا ہے، یعنی صبر کرتا ہے، جب کہ نعمت ملنے پر اتراتا نہیں ہے کہ یہ سب میری اپنی تدبیر، علم، تعلقات اور اخلاق کا حاصل کردہ ہے۔ ایسے فرد کے غم اس کی درست سوچ کی وجہ سے کم ہو جاتے ہیں بلکہ نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ وقتی طور پر افسردہ ہونے کے بعد وہ دوبارہ مصروفِ عمل ہو جاتا ہے اور اس پر مایوسی کی وہ کیفیت طاری نہیں ہوتی جو ایک غیر دینی سوچ رکھنے والے فرد پر ہوتی ہے بلکہ بندۂ مومن کے لیے ہر کرب، قربِ الٰہی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

- **دعاؤں کی قبولیت**: ہم سب سے زیادہ پریشان اور مایوس اس وقت ہوتے ہیں جب ہم کسی خاص چیز کے طلب گار ہوتے ہیں اور اللہ سے دعائیں کر رہے ہوتے ہیں۔ ان لمحات میں جب ضرورت شدید ترین ہو، رب کے حضور گڑگڑا کر دعائیں مانگی جا رہی ہوں، اشک رُکتے نہ ہوں کہ وہ ذاتِ کریم ہماری خواہش اور ضرورت کے مطابق اس وقت ہماری دعا قبول کر لے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنی مصلحت اور حکمتوں کی بنا پر ہماری خواہش یا ضرورت کو اسی شکل میں پورا نہ کرے تو ہماری تڑپ و کرب کی کیفیت بے حد تکلیف دہ ہوتی ہے۔ ایسے میں اکثر اوقات بے انتہا مایوسی اور غم کی شدید ترین کیفیت کا حملہ ہو جاتا ہے۔ یوں تو دعا کوئی بھی ضائع نہیں ہوتی۔ کچھ قبول ہو جاتی ہیں اور کچھ ہماری مصیبتوں اور گناہوں کو کم کر دیتی ہیں، اور ان میں سے بہت ساری نہ قبول ہونے والی دعائیں ان شاء اللہ آخرت میں ہمارے کام آئیں گی کہ جب یومِ آخرت بندۂ مومن خود یہ کہے گا کہ کاش! دنیا میں میری کوئی دعا بھی قبول نہ ہوئی ہوتی۔ لیکن بعض اوقات انسان اپنی کم عقلی اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محدود علم کی بنا پر ایسی دعائیں مانگتا ہے جو سراسر اس کے لیے شر ہوتی ہیں۔ قرآن میں آتا ہے کہ: ''انسان شر اس طرح مانگتا ہے جس طرح خیر مانگنی چاہیے۔ انسان بڑا ہی جلد باز واقع ہوا ہے''۔ (النحل ۱۶:۱۱)

اس بات کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ اللہ اپنی لامحدود قدرت کی وجہ سے وہ علم رکھتا ہے جو عام انسان کو نہیں ہے اور ہمارا خالق بہتر جانتا ہے کہ کس وقت کون سی چیز ہمارے لیے بہتر ہے۔ دعاے استخارہ میں انسان کو یہی سکھایا گیا ہے کہ انسان اپنے رب سے وہ خیر مانگے جو دین اور آخرت کی بہتری رکھنے والی ہو اور اسی سے راستے کی آسانی مانگے۔ وہ تمام کام جو انسان کو دین و آخرت کی بھلائی سے محروم کر دیں، اُن سے بچنے اور اللہ کی پناہ میں آنے کی دعا کرے اور اللہ کے فیصلوں میں یکسوئی کا بھی طلب گار رہو۔ جب انسان اپنی ضرورت و خواہشات کو بھی اللہ کے سپرد کر دیتا ہے اور اس کے لامحدود علم و قدرت سے رہنمائی کا طلب گار رہتا ہے تو اللہ اپنے بندوں کے دلوں کو سکون و اطمینان نصیب کرتا ہے اور انھیں نعم البدل بھی عطا فرماتا ہے۔ دلوں کا اطمینان اور معاملات میں یکسوئی کا حاصل ہونا صرف اور صرف اس وقت ممکن ہے جب انسانی عقل اللہ رب العالمین کی قدرت و اختیار کے آگے جھک جائے اور کہے کہ وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ (المؤمن ۴۰:۴۴) ''اور اپنا معاملہ میں اللہ کے سپرد کرتا ہوں، وہ اپنے بندوں کا نگہبان ہے''۔

● **تقدیر پر ایمان**: ایمان کا ایک اہم جز تقدیر پر ایمان ہے۔ گویا اس بات کو سچے دل سے مانا جائے کہ دنیا میں ہر چیز اور ذرہ ذرہ اللہ کے حکم اور مشیت سے کام کر رہا ہے، اور تمام حالات و واقعات اللہ کے علم میں ہیں۔ زندگی کی وہ فکریں جن کے لیے انسان اپنی زندگی کے قیمتی ترین لمحات وقف کر دیتا ہے، یعنی زندگی، موت، اولاد، شادی رزق، غرض یہ کہ ہر وہ چیز جو اللہ نے تقدیر میں طے کر دی ہے انسان اس کو اپنے ذمہ لے کر پریشان رہتا ہے اور آنسو بہاتا ہے، مضطرب رہتا ہے۔ حالانکہ یہ اللہ کی رحمتوں میں سے ایک بہت بڑی رحمت ہے کہ اس نے انسان کو ان تمام چیزوں کی فکر سے آزاد کر دیا ہے اور دنیا میں جس مقصد کے لیے بھیجا ہے، اس کے لیے ہمہ وقت مصروفِ عمل رہنے کا مطالبہ کیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انبیاے کرامؑ اور صحابہ کرامؓ جن کی زندگیاں ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں، ان کی شخصیات کا تعارف وہ پیشہ، یا وہ عُہدہ نہیں ہے جو انھیں دنیاوی اعتبار سے حاصل تھا بلکہ ان کی سیرت و شخصیت کا نمایاں وصف ان کا اللہ کے دین کی دعوت اور اقامت دین کے لیے جدوجہد میں حصہ لینا، اور اس نصب العین کے حصول کے لیے اپنی زندگیوں کو وقف کر دینا ہے۔ غمِ روزگار، اولاد اور روزمرہ زندگی کے غم انسان ہونے کے ناطے اُنھیں بھی لاحق ہوں گے لیکن ان کا حصہ ان کی زندگیوں میں اتنا ہی تھا جتنا اس عارضی زندگی کی اہمیّت ہے۔ ایک مسافر اور اجنبی کی حیثیت سے رہنے والے فرد کو اس عارضی زندگی میں صرف منزل تک پہنچنے کی پریشانی ہوتی ہے جو کہ بندۂ مومن کے لیے جنت ہے۔ باقی عارضی پریشانیوں کو دُور کرنے کا نہ اس کو اختیار ہے نہ طاقت ہی۔ لہٰذا وہ اپنی توانائیاں ایسے لاحاصل غم میں ضائع نہیں کرتا جس کا کوئی حاصل نہیں۔ حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا: ''جو شخص دنیا کو اپنا نصب العین بنائے گا، اللہ اس کے دل کا اطمینان و سکون چھین لے گا اور ہر وقت مال جمع کرنے اور احتیاج کا شکار رہو گا، لیکن دنیا کا حصہ اتنا ہی اسے ملے گا جتنا اللہ نے اس کے لیے مقدر کیا ہوگا۔ اور جن لوگوں کا نصب العین آخرت ہوگی، اللہ تعالیٰ ان کو قلبی سکون نصیب فرمائے گا اور مال کی حرص سے ان کے قلب کو محفوظ رکھے گا اور دنیا کا جتنا حصہ ان کے مقدر میں ہوگا وہ لازماً ملے گا۔'' (ترغیب و ترہیب)

● **دنیاوی غم کا حاصل**: کامیاب، پُرسکون، پُرمسرت زندگی جس میں کوئی خوف ہو نہ رنج، انسان کا ایک خواب ہے۔ جب انسان کسی تکلیف، مصیبت اور پریشانی سے گزرتا ہے تو وہ لازماً یہ سوچتا ہے کہ دنیا کی مصیبتوں اور تکالیف کا کیا فائدہ، یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کو ہماری تکالیف سے کیا ملتا ہے؟ یہ سوال کہ خالق کو کیا ملتا ہے مخلوق کے دائرے سے باہر ہے۔ اس لیے کہ خالق ان تمام باتوں سے ماورا ہے بلکہ یہ سوچ تو رکھنی ہی نہیں چاہیے کہ خالق کو کیا ملتا ہے۔ اللہ اپنی ذات و صفات اور اختیارات میں لامحدود ہے۔ آدمی اس تک ہرگز نہیں پہنچ سکتا ہے۔ سوال تو یہ کرنا چاہیے کہ ہمیں کیا ملتا ہے؟

اس سوال پر انسان سوچے تو اس کے لیے عملِ خداوندی کے ہزار مثبت پہلو اور پُرسکون زندگی کی بے شمار بنیادیں نکل آئیں:

۱- انسان کے اوپر مصیبتیں نہ آئیں تو اسفل سافلین کے درجے تک پہنچنے میں دیر نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لگتی۔ اس کی زندگی کھاؤ پیو، عیش و آرام کے دائرے تک ہی محدود ہو جائے اور وہ ایک شترِ بے مہار کی سی زندگی گزارے۔

۲- غم اور مشکلات ہی انسان کو یہ شعور عطا کرتے ہیں کہ یہ تمام نعمتیں اللہ کی عطا کردہ ہیں اور اس کے اپنے زورِ بازو کا نتیجہ نہیں ہیں۔ وہ جب چاہے انھیں واپس لے لے، اور جب چاہے کسی بھی نعمت کے نقصان یا جدائی سے دوچار کر دے۔ اس لیے ایسا انسان کسی بھی ناکامی پر ملول اور مایوسی کی کیفیت سے دوچار نہیں ہوتا۔

۳- یہ مصیبتیں ہی دراصل صبر کرنا سکھاتی ہیں اور شکر کے جذبے سے بھی آشنا کرتی ہیں۔

۴- ہر چیز مِن جانب اللہ ہے اور یہی ہمارے رویوں کا امتحان ہے۔ اللہ تعالیٰ اچھے برے حالات میں ڈال کر ہماری آزمایش کرتا ہے کہ ہم اللہ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں یا بندوں سے امیدیں وابستہ کیے بیٹھے ہیں۔

۵- انسان اس حقیقت سے بھی آشنا ہوتا ہے کہ نہ تو رنج و آلام ہمیشہ کے لیے ہیں اور نہ خوشیاں اور مسرتیں ہی۔ یہ تمام چیزیں وقتی طور پر دنیا کی زندگی کا حصہ ہیں اور اللہ کی طرف سے ایک آزمایش ہیں۔ باقی رہ جانے والی صرف نیکیاں ہیں جو انسان کے کام آتی ہیں۔

> یہ مال اور اولاد محض دنیاوی زندگی کی ایک ہنگامی آرایش ہے۔ اصل میں تو باقی رہ جانے والی نیکیاں ہی تیرے رب کے نزدیک نتیجے کے لحاظ سے بہتر ہیں اور اُنھی سے اچھی امیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں۔ (الکہف ۱۸:۴۶)

۶- ہماری مشکلات اور مصیبتیں جن پر ہم اللہ سے راضی رہتے ہیں اور صبر و شکر کا مظاہرہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے صلے میں ہماری خطاؤں سے درگزر کرتا ہے۔ حدیث ہے کہ: مسلمان کو جو رنج، دکھ، غم، تکلیف اور پریشانی آتی ہے، حتیٰ کہ اگر اس کو ایک کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کی کسی نہ کسی خطا کا کفارہ بنا دیتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

۷- رنج و غم دل کو گداز کرتا ہے اور ایسا دل اللہ کے کلام کے اثرات کو جلد قبول کرتا ہے۔ اس سے نہ صرف قربِ الٰہی نصیب ہوتا ہے بلکہ رحم، ہمدردی اور محبت کے جذبات پروان چڑھتے ہیں۔

متاعِ بے بہا ہے درد و سوزِ آرزومندی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقامِ بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی

۸- انسان عارضی چیزوں کی وقعت اور ان سے دل لگانے کے انجام سے بھی واقف ہو جاتا ہے۔ اس طرح باقی رہ جانے والی جنت اور اس کے حصول کے لیے تیاری کرتا ہے اور دنیا کے غموں پر اس کا رویہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جنت کی دائمی خوشیوں اور آرام کا طلب گار رہتا ہے۔

غم کا مثبت پہلو

ان غموں میں سے کچھ غم ایسے ہیں جو انسان کی زندگی کو مثبت رخ دیتے ہیں اور جن کا کرنا آخرت میں انسان کی نجات کا باعث بنتا ہے اور اسے اللہ کا پسندیدہ بندہ بنا دیتا ہے۔

● **گناہوں پر غمگین ہونا**: گناہوں پر غمگین ہونے کی کیفیت انسان پر طاری ہو تو وہ توبہ کی جانب راغب ہوتا جاتا ہے۔ انسان کو اپنے گناہوں پر لازماً ایک غم وصدمے کی سی کیفیت میں رہنا چاہیے۔ یہ غم انسان کو اللہ کا قرب عطا کرتا ہے اور خشیتِ الٰہی کا موجب بنتا ہے۔ اس غم میں نکلنے والے آنسو بھی اللہ کی نظر میں انتہائی مقبول ہیں۔ حدیث ہے کہ ''جن دو آنکھوں پر دوزخ حرام کر دی گئی ہے ان میں سے ایک آنکھ وہ ہے جو اللہ کے خوف سے رو دی، اور دوسری آنکھ وہ ہے جو جہاد فی سبیل اللہ میں پہرہ دیتے ہوئے رات کو جاگنے والے مجاہد کی آنکھ ہے'' (ترمذی)۔ اسی طرح ایک اور حدیث کے مطابق جو دو قطرے اللہ کی نگاہ میں محبوب ہیں، ان میں ایک وہ آنسو کا قطرہ ہے جو اللہ کی یاد اور خوف سے نکلے اور دوسرا وہ خون کا قطرہ جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے مجاہد کے جسم سے نکلے۔ توبہ و استغفار اور اللہ کی طرف پلٹنے کا عمل انسان کے اخلاص اور دل سوزی کو ظاہر کرتا ہے۔ ایسے میں انسان اپنے قصوروں کو یاد کر کے لرزتا ہے، اس کی اندرونی حالت اور بے تابی اسے اللہ کے حضور دل و دماغ کے ساتھ جھک جانے پر آمادہ کرتی ہے۔ حدیث ہے کہ ''اے لوگو! اللہ کی طرف پلٹو اور اس سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہو، میں دن میں سو سو بار استغفار کرتا ہوں''۔ (مسلم)

اپنے گناہوں پر غمگین ہونے والے افراد دراصل اللہ کی عظمت و ہیبت سے لرزتے ہیں۔ پھر اپنی کوتاہیوں، غفلتوں اور اپنی بے بسی اور عاجزی کا اظہار دعا کے الفاظ میں کرتے ہیں۔ یہ وہ غم ہے جو دل کو سکون اور اطمینان سے بھر دیتا ہے اور اُسے اللہ کا مقرب بنا دیتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

● **نیکیوں کے مواقع کھو دینے کا غم:** وہ افراد جن کی زندگیوں کا محور و مرکز اللہ رب العالمین کی رضا اور جنت کا حصول ہوتا ہے، وہ صرف ایک ہی غم و فکر میں مبتلا رہتے ہیں کہ کسی طرح ان کی غفلت ولا پروائی سے کوئی بھی ایسا موقع ضائع نہ ہو جائے جس میں وہ نیکی سے محروم رہ جائیں۔ یہ غم دراصل اتباعِ رسولؐ بھی ہے اور ایک داعی کے شایانِ شان بھی ہے۔ قرآن اس کو مسابقت و مقابلے کا عمل قرار دیتا ہے۔ دنیا کا کون سا ایسا انسان ہے جو مقابلہ نہیں کر رہا۔ ہر فرد کسی نہ کسی مقابلے میں شریک ہے لیکن نیکیوں میں سبقت لے جانے کا مقابلہ اور ان کے مواقع ضائع کر دینے کا غم اللہ کو محبوب ہے۔

غور کیجیے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح سے نیکی کی طرف سبقت لے جانے کی ترغیب دے رہا ہے: ''دوڑو اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان و زمین جیسی ہے'' (الحدید ۵۷:۲۱)۔ یہ غم ایک مومن کی متاع ہے کہ اس دوڑ میں وہ پیچھے نہ رہ جائے۔ اسی فکر و اضطراب نے لوگوں کے دلوں کو حق کی طرف مائل کیا ہے۔ یہی غم لوگوں کو فلاح کا راستہ دکھانے اور انھیں جہنّم کی آگ سے بچانے کے جنون میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

● **غمِ عقبیٰ:** ایمان لانے کے بعد آخرت کی جواب دہی کا خوف انسان کے اندر ہو تو اس کا ہر عمل خود بخود درست ہو جاتا ہے۔ غمِ عقبیٰ ایسا غم ہے جو انسان کے اعمال اور مختلف معاملات کو درست رخ پر استوار رکھتا ہے۔ نبی کریمؐ اور صحابہ کرامؓ کی سیرت سے ان پاک باز انسانوں کا اس غم میں آنسو بہانا اور اس کی فکر میں پریشان ہونا ثابت ہوتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ مرنے کے بعد قبر کی ہولناکی اور جواب دہی کے غم میں صحابہ کرامؓ ہنستے ہنستے رونے لگ جایا کرتے تھے۔

دراصل یہ وہ غم تھے جو ان عظیم افراد کو ہلکان کیے رکھتے تھے۔ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے زانو پر سر رکھے سو رہے تھے کہ حضرت عائشہؓ کی آنکھ سے آنسو ٹپکے اور آپؐ کی آنکھ کھل گئی۔ فکرمند ہو کر پوچھا: ''اے عائشہؓ! تمھیں کس غم نے رُلا دیا؟ اُم المومنینؓ گویا ہوئیں: ''یارسولؐ اللہ! مجھے جہنّم کی یاد آ گئی ___ اُس نے رُلا دیا۔ پھر پوچھا: ''یارسولؐ اللہ! کیا قیامت کے دن آپؐ اپنے گھر والوں کو یاد رکھیں گے؟'' رسول کریمؐ نے فرمایا: اے عائشہؓ! تین مقامات ایسے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوں گے جہاں کوئی کسی کو یاد نہ رکھے گا، نہ خبر لے گا۔ عندالکتاب، وہ وقت جب اعمال نامہ کھولا جائے گا، عندالمیزان، وہ وقت جب اعمال تولے جائیں گے اور عندالصراط وہ وقت جب پل صراط پر سے گزارا جائے گا''۔ اسی طرح ایک بار اللہ کے نبیؐ نے کچھ لوگوں کو کھِل کھلا کر ہنستے دیکھا تو آپؐ نے فرمایا کہ ''اگر تم لذتوں کا خاتمہ کرنے والی موت کو زیادہ یاد کرتے تو وہ تمھیں ہنسنے سے روک دیتی'' (ترمذی)۔ اسی طرح حضرت عثمان بن عفانؓ کے آزاد کردہ غلام ہانی کا بیان تھا کہ حضرت عثمانؓ جب کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو اتنا روتے یہاں تک کہ اپنی داڑھی تر کر لیتے، کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔

انسان کو غم پالنے کا شعور ہو تو وہ ایسے غم پالتا ہے جس سے اس کی آخرت بھی سنورتی ہے اور دنیا کے معاملات بھی درست ہو جاتے ہیں۔ ایسے ہی غم کا سبق ہمیں اسوۂ رسولؐ سے بھی ملتا ہے اور اسی کی عکاسی صحابہ کرامؓ کی زندگی سے بھی ملتی ہے۔ یہ وہ فرق ہے جو ہماری اور اُن کی زندگیوں میں پایا جاتا ہے۔ غم وہ حقیقت ہے جس کے بغیر انسانی زندگی کا تصور نہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ ہم کون سے غموں کو اہمیت دیتے ہیں، کون سی باتیں ہمیں مضطرب کرتی ہیں اور کس پریشانی میں ہمارے آنسو بہتے ہیں۔ فطری غموں اور روزمرہ کی تکالیف پر آنسو بہانا بھی منع نہیں لیکن صرف انھی معاملات پر آنسو بہانا اور غمگین رہنا بھی پسندیدہ نہیں ہے۔

● **اعلیٰ ترین غم**: غم کا براہِ راست تعلق ہمارے مقصدِ زندگی سے ہے، جتنا اعلیٰ ہمارا مقصدِ حیات ہوگا اتنا ہی ہمہ گیر اور گہرا ہمارا غم ہوگا۔ دنیا کے چھوٹے چھوٹے مقاصد چھوٹے غم اور تکلیف لیے ہوئے ہوتے ہیں۔ ایک مسلمان کے لیے اقامتِ دین سے بڑھ کر اعلیٰ مقصد اور کون سا ہوگا! یہ مقصد تو تخلیقِ آدم کی بنیاد ہے۔ اسی مقصد کی ہمہ گیریت اور بھاری ہونے کا احساس ہی تو انبیاے کرامؑ کو مضطرب و پریشان رکھتا تھا۔ حضور اکرمؐ کے بارے میں قرآن میں آتا ہے کہ ''شاید آپ تو ان لوگوں کے پیچھے رنج و غم میں اپنے کو ہلاک ہی کر ڈالیں گے، اگر یہ لوگ اس کلامِ ہدایت پر ایمان نہ لائیں''۔ (الکہف ۱۸:۶)

خود نبی کریمؐ اپنی اس کیفیت کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ: ''میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی اور جب آس پاس کا ماحول آگ کی روشنی سے چمک اٹھا تو پتنگے اس پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گرنے لگے، اور وہ شخص پوری قوت سے ان پتنگوں کو آگ سے روک رہا ہے لیکن پتنگے ہیں کہ اس کی کوششوں کو ناکام بنائے دے رہے ہیں اور آگ میں گرے پڑ رہے ہیں۔ اسی طرح میں تمھیں کمر سے پکڑ پکڑ کر آگ سے روک رہا ہوں اور تم ہو کہ آگ میں گرے پڑ رہے ہو"۔

یہ فکر کی وہ کیفیت ہے جو دنیا کے معزز ترین گروہ کے اضطراب کو ظاہر کرتی ہے۔ ان کا غم صرف یہ تھا کہ کسی طرح انسانیت کو فلاح کا راستہ دکھا دیا جائے۔ یہ وہ غم تھا جو انبیاے کرام کو ان کے اعلیٰ ترین مقصدِ زندگی کی وجہ سے ہلکان کیے دیتا تھا۔ لہٰذا ایک بندۂ مومن کو اس غم سے بڑھ کر اور کون سا غم عزیز ہوگا، جب کہ جہنّم کے سیاہ گہرے شعلے نافرمانوں کے لیے بھڑکائے جا رہے ہوں، انسانیت اللہ کی حدود کو توڑ کر درکِ اسفل کی پستی میں گرتی چلی جا رہی ہو، کمزوروں و مظلوموں سے جینے کا حق چھینا جا رہا ہو اور طاقت ور دنیا کی ہر چیز پر قبضہ کرنے کے لیے چڑھے چلے جا رہے ہوں، ایسے میں صرف ایک ہی غم اور ایک ہی فکر غالب رہتی ہے کہ دنیا میں ظلم کے نظام کا خاتمہ ہو سکے، سسکتی انسانیت اسلام کے سائے تلے پناہ لے سکے اور نجات کی راہ پا جائے۔ یہی وہ غم تھا جو تمام انبیا کو ہلکان کیے دیتا تھا، یہی فکر تھی جو حضرت ابراہیمؑ کو اپنے شیر خوار بچے اور بیوی کو وادیِ غیر ذی زرع میں چھوڑ کر جانے کے لیے تیار کر دیتی ہے۔ یہی احساس تھا جو حضرت موسیٰؑ کو فرعون کے دربار میں کلمۂ حق بلند کرنے کا حوصلہ دیتا ہے۔ یہی وہ اضطراب تھا جو نبی کریمؐ کو غارِ حرا کی تنہائی سے نکال کر یاایھا المدثر کا خطاب عطا کراتا ہے۔ طائف کے میدان میں لہولہان کرا دیتا ہے۔ اس فکر ہی میں کبھی شعب ابی طالب کا دشوار گزار مرحلہ آتا ہے تو کبھی عکاظ کا میلہ۔ اسی غم کی قوت بدر و اُحد کے معرکے برپا کراتی ہے اور اسی غم سے قیصر و کسریٰ کے ایوان لرز اٹھتے ہیں۔ اسی کی کڑی فتح مکہ کا سبب بنتی ہے۔ غرض ہر جگہ، ہر لمحے اور ہر وقت صرف یہی فکر غالب رہتی ہے کہ اللہ کا پیغام اللہ کے بندوں تک پہنچ جائے اور اللہ کی زمین میں اللہ کا دین نافذ ہو جائے۔

آپ کو کون سا غم عزیز ہے؟

یہاں اپنی زندگیوں کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ ہماری زندگیوں میں کون سا غم ہے جو ہمیں پریشان و مضطرب رکھتا ہے۔ کیا ہم بھی بندۂ درہم و دینار ہیں جن کے لیے نبیؐ نے فرمایا: "تباہ ہو جائے دینار کا بندہ اور درہم کا بندہ اور کمبل (چادر) کا بندہ، اور اگر اسے دیا جائے تو خوش اور نہ دیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جائے تو غصے! تباہ ہو جائے اور منہ کے بل گرے۔ کانٹا چبھے (تو اللہ کرے کہ) نہ نکلے۔ مبارک ہو اس بندے کو جو اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی باگ تھامے ہوئے ہو، بال بکھرے ہوئے ہوں اور پاؤں گرد آلود! اگر اسے پہرے پر لگایا جائے تو پہرا دے اور اگر پچھلے لشکر میں چھوڑ دیا جائے تو پچھلے لشکر ہی میں رہے۔ اگر اجازت مانگے تو اجازت نہ ملے اور اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش نہ سنی جائے۔ (بخاری، کتاب الجہاد)

یہ حدیث ہر اس بندے کے لیے وعید ہے کہ جو حبِّ دنیا اور مال و دولت کے پیچھے اپنی جان، وقت اور صلاحیتیں صرف کرتا ہے، جب کہ وہ ان ساری کوششوں کے باوجود اپنی تقدیر سے نہیں لڑ سکتا ہے، لیکن خوش خبری و مبارک باد ہے اس شخص کے لیے جو اللہ کے راستے پر اپنی جان کھپا دینے کی وجہ سے قابلِ فخر ہے اور مبارک باد کا مستحق ہے۔ حالاں کہ اس کی دنیاوی حیثیت اتنی بھی نہیں کہ کوئی اس کی بات کو قابلِ توجہ سمجھے۔

ہر وہ فرد جو ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اس کو یہ جانچ لینا چاہیے کہ وہ اپنے دعویٔ ایمان میں کتنا سچا اور کھرا ہے۔ کیا اس کی زندگی میں کوئی ایسا لمحہ گزرا جب اس کا دل اس لیے غمگین ہوا ہو کہ دنیا میں اللہ کی حدود پامال ہو رہی ہیں، اللہ کی راہ میں لڑنے والے ذلیل کیے جا رہے ہیں، قرآن کی آیات کے من چاہے معنی نکالے جا رہے ہیں، تو کیا اس کا دل اسی طرح دکھ اور تکلیف محسوس کرتا ہے جب اسے کسی ذاتی مصیبت یا آزمایش کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟ کیا راتوں کی بیداری کا سبب کبھی یہ فکر بھی ہوئی کہ اقامتِ دین کی اس جدوجہد میں اس کا اپنا حصہ کیا ہے؟ کیا اس نے اپنے حصے کا کام کر لیا ہے؟ کیا وہ ایمان کی آزمایش کا صرف دعویٰ کرتا ہے یا اس کا عملی نمونہ بھی ہے؟ کیا اس کی جان و مال اللہ رب العالمین کے لیے وقف ہے؟ کیا اس کی بھاگ دوڑ صرف دنیا کی عزت، مرتبہ و مقام ہی کے لیے ہے؟ کیا اس کی فکر اولاد کی ڈگری، آمدنی و شادی تک ہی محدود ہے، یا ان کو اللہ کا بندہ بنانے اور صالحین کا امام بنانے کی بھی ہے؟ کیا اس نے کبھی اپنی اولاد کے لیے یہ دعا کی جو حضرت ابراہیمؑ نے کی تھی؟ یا اس کا شمار ان افراد میں ہے کہ جو ایمان کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن اپنی جان و مال اپنی دنیا بنانے کے لیے وقف کر دیتے ہیں، جو اللہ سے رجوع تو کرتے ہیں لیکن صرف اپنی مصیبتوں سے نجات ہی کے لیے، اور جن کے دل اقامتِ دین کی فکر و غم سے خالی ہیں۔ کتنے افراد ایسے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں جن کی راتوں کی سسکیاں ان مجاہدین کے لیے ہوتی ہیں جو اللہ کے دین کی خاطر گوانتانامو اور ابوغریب میں ظلم کا شکار ہیں۔ جو ان مظلوموں کے لیے مضطرب رہتے ہیں جن کو کمزور پا کر دبا لیا گیا ہے اور ڈالروں کے عوض جن بہنوں اور بیٹیوں کی عزتوں کو نیلام کر دیا گیا ہے۔

آیئے جائزہ لیجیے کہ کیا ہم سب کے لیے امت کی مشکلات بھی ایسی ہی ہیں جیسے ہماری ذاتی مشکلات؟ کیا اس کے زخم بھی اسی شدت کے ساتھ محسوس ہوتے ہیں جیسے اپنے جسم پر لگے زخم؟ جائزہ لیں کہ ہماری آہیں، سسکیاں، راتوں کا جاگنا، دل کا افسردہ ہونا، اور پریشان ہونا کس کے سبب ہے؟ کون سا غم ہے جو ہمیں ہلکان کیے دے رہا ہے؟ ہمارا دل کس سوز و غم کا شکار ہے؟ ہمیں کون سی بے قراری ہے؟ اور اگر ان سوالوں کے جواب ہمارے پاس نہیں ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ ہم ان غموں سے ناآشنا ہیں تو پھر دعا کیجیے کہ ہم ان بے قرار داعیوں میں شامل ہو جائیں جن کا شوق و ولولہ، تڑپ، سوز، درد، لگن اور حوصلہ اُن کو کسی طرح چین سے بیٹھنے نہ دیتا ہو، جن کی جان صرف اس غم میں ہلکان ہوتی ہے کہ کسی طرح یہ انسانیت قرآن کے سائے تلے آجائے۔ جن کا اضطراب اللہ کے دین کے نفاذ کے لیے ہوتا ہے ورنہ اللہ کو ایسے غمگین دلوں کی کوئی پروا نہیں جو اس دھوکے کی زندگی کے مل جانے اور نہ ملنے پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اگر کہیں اللہ لوگوں کے ساتھ برا معاملہ کرنے میں بھی اتنی ہی جلدی کرتا جتنی وہ دنیا کی بھلائی مانگنے میں جلدی کرتے ہیں تو ان کی مہلتِ عمل کبھی کی ختم کر دی گئی ہوتی۔ (مگر ہمارا یہ طریقہ نہیں ہے) اس لیے ہم ان لوگوں کو جو ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے ان کی سرکشی میں بھٹکنے کے لیے مہلت دے دیتے ہیں۔ انسان کا حال یہ ہے کہ جب اس پر کوئی سخت وقت آتا ہے تو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہم کو پکارتا ہے مگر جب ہم اس کی مصیبت کو ٹال دیتے ہیں تو ایسا چل نکلتا ہے کہ گویا اس نے کبھی کسی بُرے وقت پر ہم کو پکارا ہی نہ تھا۔ اس طرح حد سے گزر جانے والوں کے لیے ان کے کرتوت خوش نما بنا دیے گئے ہیں''۔ (یونس ۱۰:۱۱-۱۲)

اللہ سے دعا ہے کہ ہم حقیقی غموں کا شعور حاصل کریں اور ان ہی غموں سے اپنی زندگیوں کو مزین کریں جو ہماری فلاح و نجات کا سبب بنیں۔

© rasailojaraid.com